بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں، جن کے پاس اللہ کا کلام بالکل محفوظ، تمام تحریفات سے پاک، ٹھیک ٹھیک انہی الفاظ میں موجود ہے، جن الفاظ میں وہ اللہ کے رسولؐ برحق پر اُترا تھا اور......

- دُنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ بدقسمت لوگ ہیں، جو اپنے پاس اللہ کا کلام رکھتے ہیں اور پھر بھی اس کی برکتوں اور بے حدوحساب نعمتوں سے محروم ہیں۔

قرآن اُن کے پاس اِس لیے بھیجا گیا تھا کہ اس کو پڑھیں، سمجھیں، اس کے مطابق عمل کریں اور اس کو لے کر خُدا کی زمین پر خُدا کے قانون کی حکومت قائم کردیں۔ وہ اِن کو عزّت اور طاقت بخشنے آیا تھا، وہ انھیں زمین پر خُدا کا اصلی خلیفہ بنانے آیا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب انھوں نے اس ہدایت کے مطابق عمل کیا تو اس نے ان کو دُنیا کا امام اور پیشوا بنا کر بھی دکھادیا۔

قرآن کریم کا مصرف؟

مگراب ان کے ہاں اس کا مصرف سوائے اس کے کچھ نہیں رہا کہ گھر میں اس کو رکھ کر جن بھوت وغیرہ بھگائیں، اس کی آیتوں کو گلے میں باندھیں اور گھول کر پئیں اور بے سمجھے بوجھے پڑھ لیا کریں۔ اب یہ اس [قرآن عظیم] سے اپنی زندگی کے معاملات میں ہدایت نہیں مانگتے، یہ اس سے نہیں پوچھتے کہ:

- ہمارے عقائد کیا ہونے چاہییں؟ ہمارے اعمال کیسے ہونے چاہییں؟
- ہم زندگی کیوں کر بسر کریں، دشمنی اور دوستی میں کس قانون کی پابندی کریں؟
- خدا کے بندوں اور خود اپنے نفس کے حقوق ہم پر کیا ہیں اور انھیں کس طرح ادا کریں؟
- ہمارے لیے حق کیا ہے اور باطل کیا؟
- اطاعت ہمیں کس کی کرنی چاہیے اور نافرمانی کس کی؟
- تعلّق کس سے رکھنا چاہئے اور کس سے نہ رکھنا چاہیے؟
- ہمارا دوست کون ہے اور دشمن کون ہے؟
- ہمارے لیے عزّت، فلاح اور نفع کس چیز میں ہے اور ذلت و نامُرادی اور نقصان کس چیز میں؟

یہ ساری باتیں اب مسلمانوں نے قرآن سے پوچھنی چھوڑ دی ہیں۔ اب یہ کافروں اور مشرکوں سے، گمراہ اور خود غرض اور راہِ راست سے ہٹے ہوئے لوگوں سے اور خود اپنے نفس کے شیطان سے ان باتوں کو پوچھتے ہیں، اور انھی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اس لیے خُدا کو

چھوڑ کر دوسروں کے حکم پر چلنے کا جو انجام ہونا چاہیے وہی ان کا ہوا' اور اسی کو آج [دنیا] میں ہر جگہ بُری طرح بھٹک رہے ہیں۔

قرآن تو خیر کا سرچشمہ ہے، جتنی اور جیسی خیر تم اس سے مانگو گے یہ تمہیں دے گا۔ تم اس سے محض جن بھوت بھگانا اور کھانسی بخار کا علاج اور مقدمے کی کامیابی اور نوکری کا حصول اور ایسی چھوٹی چھوٹی' بے حقیقت چیزیں مانگتے ہو تو یہی تمہیں ملیں گی۔ اگر دنیا کی بادشاہی اور روئے زمین کی حکومت مانگو گے تو وہ بھی ملے گی، اور اگر عرشِ الٰہی کے قریب پہنچنا چاہو گے تو یہ تمہیں وہاں بھی پہنچا دے گا۔ یہ تمہارے اپنے ظرف کی بات ہے کہ سمندر سے پانی کی دو بوندیں مانگتے ہو، ورنہ سمندر تو دریا بخشنے کے لیے بھی تیار ہے۔

قرآن کریم کی بے قدری

جو ستم ظریفیاں ہمارے مسلمان بھائی اللہ کی اس کتاب پاک کے ساتھ کرتے ہیں، وہ اس قدر مضحکہ خیز ہیں' کہ اگر یہ خود کسی دوسرے معاملے میں کسی شخص کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھیں تو اس کی ہنسی اڑائیں، بلکہ اس کو پاگل قرار دیں۔ بتایئے' اگر کوئی شخص حکیم سے نسخہ لکھوا کر لائے اور اسے کپڑے میں لپیٹ کر گلے میں باندھ لے یا اسے پانی میں گھول کر پی جائے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ کیا آپ کو اس پر ہنسی نہ آئے گی اور آپ اسے بے وقوف نہ سمجھیں گے؟

مگر سب سے بڑے حکیم نے آپ کے امراض کے لیے شفا اور رحمت کا جو بے نظیر نسخہ

لکھ کر دیا ہے، اس کے ساتھ آپ کی آنکھوں کے سامنے دِن رات یہی سلوک ہو رہا ہے، اور کسی کو اس پر ہنسی نہیں آتی، کوئی نہیں سوچتا کہ نسخہ گلے میں لٹکانے اور گھول کر پینے کی چیز نہیں ہے، بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کی جائے۔

بتائیے، اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ علم طب کی کوئی کتاب لے کر پڑھنے بیٹھ جائے اور یہ خیال کرے کہ محض اس کتاب کو پڑھ لینے سے بیماری دُور ہو جائے گی، تو آپ اُسے کیا کہیں گے؟ کیا آپ یہ نہ کہیں گے کہ بھیجو اسے پاگل خانے میں، اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ مگر شافیٔ مطلق نے جو کتاب آپ کے امراض کے علاج کرنے کے لیے بھیجی ہے، اس کے ساتھ آپ کا یہی برتاؤ ہے۔ آپ اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بس اس کے پڑھ لینے ہی سے تمام امراض دُور ہو جائیں گے، اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں، نہ ان چیزوں سے پرہیز کی ضرورت ہے، جن کو یہ مضر بتا رہی ہے۔ پھر آپ خود اپنے اوپر وہی حکم کیوں نہیں لگاتے جو اُس شخص پر لگاتے ہیں، جو بیماری دُور کرنے کے لیے صرف علمِ طب [میڈیکل] کی کتاب پڑھ لینے کو کافی سمجھتا ہے۔

آپ کے پاس اگر کوئی خط ایسی زبان میں آتا ہے' جسے آپ جانتے نہ ہوں تو آپ دوڑے ہوئے جاتے ہیں کہ اس زبان کے جاننے والے سے اس کا مطلب پوچھیں، اور جب تک آپ اس کا مطلب نہیں جان لیتے آپ کو چین نہیں آتا۔ یہ معمولی کاروبار کے خطوط کے ساتھ آپ کا برتاؤ ہے، جن میں زیادہ سے زیادہ چار پیسوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ مگر خداوندِ عالم کا جو خط آپ کے پاس آیا ہوا ہے اور جس میں آپ کے لیے دین و دنیا کے تمام فائدے ہیں' اسے اپنے پاس یوں ہی رکھ چھوڑتے ہیں۔ اس کا مطلب سمجھنے کے لیے

کوئی بےچینی آپ میں پیدا نہیں ہوتی۔

کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں؟

اور بےقدری کا احساس بھی نہیں

یہ باتیں ہنسی دل لگی کی باتیں نہیں ہیں۔ آپ ان باتوں پر غور کریں تو آپ کا دِل گواہی دے گا کہ دُنیا میں سب سے بڑھ کر ظلم' اللہ کی اس کتابِ پاک کے ساتھ ہو رہا ہے اور یہ ظلم کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ 'ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہیں'۔ بے شک وہ ایمان رکھتے ہیں اور اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ یہی اس پر سب سے زیادہ ظلم کرتے ہیں، اور اللہ کی کتاب پر ظلم کرنے کا جو انجام ہے وُہ ظاہر ہے۔ خوب سمجھ لیجیے اللہ کا کلام انسان کے پاس اس لیے نہیں آتا، کہ وہ بدبختی اور نکبت [بدحالی اور] مصیبت میں مبتلا ہو، طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى [طٰه ۲۰: ۱] طٰہٰ' ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ......تو یہ ایک یاد دہانی ہے یہ سعادت اور نیک بختی کا سرچشمہ ہے۔

یہ قطعی ناممکن ہے کہ کوئی قوم خُدا کے کلام کی حامل ہو اور دُنیا میں ذلیل وخوار ہو، دوسروں کی محکوم ہو، پاؤں سے روندی اور دُنیا سے ٹھکرائی جائے، اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہو اور غیروں کے ہاتھوں میں اس کی باگیں ہوں، اور وہ اس کو اس طرح ہانکیں جیسے

جانور ہانکے جاتے ہیں۔ یہ انجام اس کا صرف اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اللہ کے کلام پر ظلم کرتی ہے۔ بنی اسرائیل کا انجام آپ کے سامنے ہے۔ ان کے پاس توریت اور انجیل بھیجی گئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوْا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ، ۵ : ۶۶) کاش انھوں نے تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو اُن کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں، ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔

مگر انھوں نے اللہ کی کتابوں پر ظلم کیا اور اس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ق وَبَآءُ وَبِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ، ۲ : ۶۱) ذِلّت و خواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلّط ہوگئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس کا، کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے، یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا، کہ وہ حدودِ شَرع سے نکل نکل جاتے تھے۔

پس، جو قوم خُدا کی کتاب رکھتی ہو اور پھر بھی ذلیل و خوار اور محکوم و مغلوب ہو، تو سمجھ لیجیے کہ وہ ضرور کتابِ الٰہی پر ظلم کر رہی ہے اور اس پر یہ سارا وبال اسی ظلم کا ہے۔ خدا کے اس غضب سے نجات پانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اس کی کتاب کے ساتھ ظلم کرنا

چھوڑ دیا جائے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر آپ اِس گناہِ عظیم سے باز نہ آئیں گے تو آپ کی حالت ہرگز نہ بدلے گی، خواہ آپ گاؤں گاؤں کالج کھول دیں اور آپ کا بچہ بچہ گریجویٹ ہو جائے اور آپ یہودیوں کی طرح سودخواری کر کے کروڑ پتی ہی کیوں نہ بن جائیں۔

پہلے پہچان پیدا کیجیے

ہر مسلمان کو سب سے پہلے جو چیز جاننی چاہیے وہ یہ ہے کہ 'مسلمان' کہتے کس کو ہیں' اور 'مسلم' کے معنی کیا ہیں؟

اگر انسان یہ نہ جانتا ہو کہ 'انسانیت' کیا چیز ہے اور انسان وحیوان میں کیا فرق ہے، تو وہ حیوانوں کی سی حرکات کرے گا، اور اپنے انسان ہونے کی قدر نہ کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کہ یہ نہ معلوم ہو کہ 'مسلمان' ہونے کے معنی کیا ہیں، اور مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کِس طرح ہوتا ہے، تو وہ غیر مسلموں کی سی حرکات کرے گا اور اپنے مسلمان ہونے کی قدر نہ کر سکے گا۔ لہٰذا' ہر مسلمان کو اور ہر مسلمان کے بچّے کو اس بات سے واقف ہونا چاہیے کہ وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، تو اس کے معنی کیا ہیں؟ مسلمان ہونے کے ساتھ ہی آدمی کی حیثیت میں کیا فرق واقع ہو جاتا ہے، اس پر کیا ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اور اسلام کی حدود کیا ہیں؟ جن کے اندر رہنے سے مسلمان رہتا ہے اور جن کے باہر قدم رکھتے ہی وہ مسلمانیت سے خارج ہو جاتا ہے، چاہے وہ زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا جائے۔

اسلام کے معنی ہیں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کے: اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردینا 'اسلام' ہے۔ خدا کے مقابلے میں اپنی آزادی اور خودمختاری سے دست بردار ہوجانا 'اسلام' ہے۔ خدا کی بادشاہی وفرمانبرداری کے آگے سرِتسلیم خم کردینا ''اسلام'' ہے۔ جو شخص اپنے سارے معاملات کو خدا کے حوالے کردے وہ مسلمان ہے، اور جو اپنے معاملات کو اپنے ہاتھ میں رکھے یا خُدا کے سوا کسی اور کے سپرد کردے وہ مسلمان نہیں ہے۔

خدا کے حوالے کرنے یا خُدا کے سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب اور رسولؐ کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے اس کو قبول کیا جائے، اس میں چون و چرا نہ کی جائے اور زندگی میں جو معاملہ پیش آئے' اس میں صرف قرآن وسنّتِ رسولؐ کی پیروی کی جائے۔ جو شخص [محض] اپنی عقل اور دُنیا کے دستور اور خُدا کے سوا ہر ایک کی بات کو پیچھے رکھتا ہے اور ہر معاملے میں خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کو پوچھتا ہے، کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، اور کیا نہ کرنا چاہیے اور جو ہدایت وہاں سے ملے اس کو بے چون و چرا مان لیتا ہے اور اس کے خلاف ہر چیز کو رَد کردیتا ہے، وہ' اور صرف وہی 'مسلمان' ہے۔ اس لیے کہ اس نے اپنے آپ کو بالکل خدا کے سپرد کردیا اور اپنے آپ کو خُدا کے سُپرد کرنا ہی 'مسلمان' ہونا ہے۔

پہچان کی بنیاد کیا؟

اس کے برخلاف جو شخص قرآن اور سنّتِ رسولؐ پر انحصار نہیں کرتا، بلکہ اپنے دِل کا کہا کرتا ہے، یا باپ دادا سے جو کچھ چلا آرہا ہے، اس کی پیروی کرتا ہے، یا دُنیا میں جو کچھ ہورہا ہو' اس کے مطابق چلتا ہے، اور اپنے معاملات میں قرآن وسنّت سے دریافت کرنے کی

ضرورت ہی نہیں سمجھتا کہ اِسے کیا کرنا چاہیے، اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ یا اگر اسے معلوم ہو جائے کہ قرآن وسنّت کی ہدایت یہ ہے، اور پھر وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ: میری عقل اسے قبول نہیں کرتی اس لیے میں اس بات کو نہیں مانتا یا باپ دادا سے تو اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے، لہٰذا میں اس کی پیروی نہیں کروں گا' یا دُنیا کا طریقہ اس کے خلاف ہے لہٰذا میں اسی پر چلوں گا' ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہے، وہ جھوٹ کہتا ہے، اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔

آپ جس وقت کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں اور مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں' اسی وقت آپ گویا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ کے لیے قانون صرف خُدا کا قانون ہے، آپ کا حاکم صرف خُدا ہے، آپ کو اطاعت صرف خدا کی کرنی ہے، اور آپ کے نزدیک حق صرف وہ ہے جو خُدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے ذریعے سے معلوم ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ مسلمان ہوتے ہی خُدا کے حق میں اپنی آزادی سے دست بردار ہو گئے۔ اَب آپ کو یہ کہنے کا حق ہی نہ رہا کہ دُنیا کا دستور یہ ہے یا خاندان کا رواج یہ ہے، یا فلاں حضرت یا فلاں بزرگ یہ فرماتے ہیں، خُدا کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مقابلے میں آپ کوئی چیز پیش نہیں کر سکتے۔ اب آپ کا کام یہ ہے کہ ہر چیز کو قرآن وسنّت کے سامنے پیش کریں، جو کچھ اس کے مطابق ہو اسے قبول کریں، اور جو کچھ اس کے خلاف ہو اسے اُٹھا کر پھینک دیں، خواہ وہ کسی کی بات اور کسی کا طریقہ ہو۔

اسلام مجبور نہیں کرتا

اپنے آپ کو مسلمان بھی کہنا اور پھر قرآن وسنّت کے مقابلے میں اپنے خیال یا دُنیا کے دستور یا کسی انسان کے قول وعمل کو ترجیح دینا' یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس طرح کوئی اندھا اپنے آپ کو آنکھوں والا نہیں کہہ سکتا' اُسی طرح کوئی [ایسا] شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا، جو اپنی زندگی کے سارے معاملات کو قرآن وسنّت کے تابع بنانے سے انکار کرے، اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی عقل یا دُنیا کے دستور یا کسی انسان کے قول وعمل کو پیش کرے۔

جو شخص مسلمان نہ رہنا چاہتا ہو اسے کوئی مسلمان رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اسے اختیار ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے، اور اپنا نام جو چاہے رکھ لے، مگر جب وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے تو اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مسلمان صرف اسی وقت رہ سکتا ہے' جب وہ اسلام کی سرحد میں رہے۔ خدا کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو حق اور صداقت کا معیار تسلیم کرنا اور اس کے خلاف ہر چیز کو باطل سمجھنا اِسلام کی سرحد ہے۔ اس سرحد میں جو شخص رہے وہی مسلمان ہے' اس سے باہر قدم رکھتے ہی آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اگر اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور مسلمان کہتا ہے، تو وہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکا دیتا ہے، اور دُنیا کو بھی۔

قانون اور حکم خدا کا

اسلام یہ ہے، کہ انسان صرف خُدا کا فرماں بردار ہو اور ہر ایسے طریقے یا قانون یا حکم کو ماننے سے انکار کردے، جو خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کے خلاف ہو۔ اسلام اور کفر کا یہ فرق قرآنِ مجید میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ [المائدہ ۵ :۴۴] اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی لوگ کافر [ظالم] ہیں۔

فیصلہ کرنے سے یہ مراد نہیں کہ عدالت میں جو مقدمہ کیا جائے بس اسی کا فیصلہ خدا کی کتاب کے مطابق ہو، بلکہ دراصل فیصلے سے مراد وہ فیصلہ ہے، جو ہر شخص اپنی زندگی میں ہر وقت کیا کرتا ہے، ہر موقع پر تمھارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ فلاں بات اِس طرح کی جائے یا اس طرح کی جائے؟ فلاں معاملے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے یا وہ طریقہ اختیار کیا جائے؟

ایسے تمام موقعوں پر ایک طریقہ خُدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور دوسرا طریقہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات یا باپ دادا کی رسمیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون ہیں۔ اب جو شخص خُدا کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقے کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل کفر کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اگر اس نے اپنی ساری زندگی ہی کے لیے یہی ڈھنگ اختیار کیا ہو تو وہ پورا کافر ہے

'اور اگر وہ بعض معاملات میں تو خدا کی ہدایت کو مانتا ہو اور بعض میں اپنے نفس کی خواہشات کو یا رسم و رواج کو یا انسانوں کے قانون کو خُدا کے قانون پر ترجیح دیتا ہو' تو جس قدر بھی وہ خُدا کے قانون سے بغاوت کرتا ہے اُسی قدر کفر میں مبتلا ہے۔ کوئی آدھا کافر ہے، کوئی چوتھائی کافر ہے، کسی میں دسواں حصّہ کفر ہے اور کسی میں بیسواں حصّہ، غرض جتنی خُدا کے قانون سے بغاوت ہے اتنا ہی کفر بھی ہے۔

اطاعت وغلامی کی بنیاد

اِسلام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدمی صرف خُدا کا بندہ ہو، نہ نفس کا بندہ، نہ باپ دادا کا بندہ، نہ خاندان اور قبیلے کا بندہ، نہ مولوی صاحب اور پیر صاحب کا بندہ، نہ زمین دار صاحب اور مجسٹریٹ صاحب کا بندہ۔

اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰهِ یَبۡغُوۡنَ وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ كَرۡهًا وَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ ۝ (آل عمران' ۳ : ۸۳) اب کیا یہ لوگ' اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں' اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

اصلی دین' خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ خدا کی عبادت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بس پانچ وقت اس کے آگے سجدہ کرلو۔ بلکہ' اس کی عبادت کے معنی یہ ہیں کہ رات دن ہر

وقت اس کے احکام کی اطاعت کرو۔ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے، اس سے رُک جاؤ۔ جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے' اس پر عمل کرو۔ ہر معاملے میں دیکھو کہ خُدا کا کیا حکم ہے۔ یہ نہ دیکھو کہ تمھارا اپنا دِل کیا کہتا ہے' تمھاری عقل کیا کہتی ہے' باپ دادا کیا کر گئے ہیں' خاندان اور قبیلے والوں کی کیا مرضی ہے' جناب مولوی صاحب قبلہ کا کیا حکم ہے اور جناب پیر صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں اور فلاں صاحب کا کیا حکم ہے اور فلاں صاحب کی کیا مرضی ہے؟

اگر تم نے خُدا کو چھوڑ کر کسی کی بات بھی مانی تو گویا خدائی میں اس کو شریک کیا، اور اس کو وہ درجہ دیا جو صرف خُدا کا درجہ ہے۔ حکم دینے والا صرف اللہ ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [یوسف' ۱۲ : ۶۷] بندگی کے لائق تو صرف وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور جس کے بل بوتے پر تم زندہ ہو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی اطاعت کر رہی ہے۔ کوئی پتھر کسی پتھر کی اطاعت نہیں کرتا، کوئی درخت کسی درخت کی اطاعت نہیں کرتا، کوئی جانور کسی جانور کی اطاعت نہیں کرتا، پھر کیا تم جانوروں' درختوں اور پتھروں سے بھی گئے گذرے ہو کہ وہ تو صرف خدا کی اطاعت کریں، اور تم خُدا کو چھوڑ کر انسان کی پیروی کرو۔

تین بتوں کی پوجا

سب سے بڑھ کر انسان کو گمراہ کرنے والی چیز انسان کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔

جو شخص خواہشات کا بندہ بن گیا اس کے لیے خُدا کا بندہ بننا ممکن ہی نہیں۔ وہ تو ہر وقت یہ دیکھے گا کہ مجھے روپیہ کس کام میں ملتا ہے؟ میری عزّت اور شہرت کس کام میں ہوتی

ہے؟ مجھے لذّت اور لُطف کس کام میں حاصل ہوتا ہے؟ مجھے آرام اور آسایش کس کام میں ملتی ہے؟ بس یہ چیزیں جس کام میں ہوں گی اُسی کو وہ اختیار کرے گا، چاہے خدا اس سے منع کرے۔ اور یہ چیزیں جس کام میں نہ ہوں اس کو وہ ہرگز نہ کرے گا، چاہے خُدا اس کا حکم دے، تو ایسے شخص کا خُدا، اللہ تبارک وتعالیٰ نہ ہوا، اس کا اپنا نفس ہی اس کا خُدا ہو گیا، اس کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ اس بات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثية ۴۵ : ۲۳)

اے نبیؐ ' پھر کیا تم نے کبھی اُس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خُدا بنالیا؟

یہ تو گمراہی کے آنے کا پہلا راستہ ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ باپ دادا سے جو رسم و رواج، جو عقیدے اور خیالات، جو رنگ ڈھنگ چلے آرہے ہوں، آدمی ان کا غلام بن جائے اور خدا کے حُکم سے بڑھ کر ان کو سمجھے اور اگر ان کے خِلاف خُدا کا حکم اس کے سامنے پیش کیا جائے تو کہے کہ 'میں تو وہی کروں گا، جو میرے باپ دادا کرتے تھے، اور جو میرے خاندان اور قبیلے کا رواج ہے'۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہے، وہ خدا کا بندہ کب ہوا؟ اُس کے خُدا تو اُس کے باپ دادا اور اس کے خاندان اور اس کے قبیلے کے لوگ ہیں، اس کو یہ جھوٹا دعویٰ کرنے کا کیا حق ہے کہ 'میں مسلمان ہوں'۔

تیسرا راستہ قرآن نے یہ بتایا ہے' کہ انسان جب خُدا کے حُکم کو چھوڑ کر دوسرے

لوگوں کا حکم ماننے لگتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص بڑا آدمی ہے، اس کی بات پکّی ہو گی یا فلاں شخص کے ہاتھ میں میری روٹی ہے، اس لیے اِس کی بات ماننی چاہیے، یا فلاں شخص بڑا صاحبِ اقتدار ہے اس لیے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے، یا فلاں صاحب اپنی بد دُعا سے مجھے تباہ کر دیں گے' یا اپنے ساتھ جنّت میں لے جائیں گے، اس لیے جو وہ کہیں وہی صحیح ہے۔ یا فلاں قوم بڑی ترقی کر رہی ہے، اس لیے اس کے طریقے اختیار کرنے چاہییں، تو ایسے شخص پر خدا کی ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے:

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ (الانعام' ۶:۱۱۶)

اور اے نبیؐ ' اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں' تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔

یعنی انسان سیدھے راستے پر اس وقت ہو سکتا ہے، جب اس کا ایک خُدا ہو۔ سینکڑوں، ہزاروں خُدا جس نے بنا لیے ہوں اور جو کبھی اس خُدا کے کہے پر چلتا ہو اور کبھی اس خُدا کے کہے پر چلتا ہو، وہ سیدھا راستہ کہاں پا سکتا ہے!

اَب آپ کو معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے تین بڑے بڑے سبب ہیں:

- ایک' نفس کی بندگی
- دوسرے' باپ دادا اور خاندان اور قبیلے کے رواجوں کی بندگی۔
- تیسرے' عام طور پر دُنیا کے لوگوں کی بندگی! جن میں دولت مند لوگ اور حکّام وقت اور بناوٹی پیشوا اور گمراہ قومیں سب ہی شامل ہیں۔

یہ تین بڑے بڑے بُت ہیں جو خدائی کے دعوے دار بنے ہوئے ہیں۔ جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہو، اس کو سب سے پہلے ان تینوں بُتوں کو توڑنا چاہیے، پھر وہ حقیقت میں مسلمان ہو جائے گا۔ ورنہ جس نے یہ تینوں بُت اپنے دِل میں بٹھا رکھے ہوں' اس کا بندۂ خُدا ہونا مشکل ہے۔ وہ دِن میں پچاس وقت نمازیں پڑھ کر اور دکھاوے کے روزے رکھ کر اور مسلمانوں کی سی شکل بنا کر انسانوں کو دھوکا دے سکتا ہے، کہ میں پکّا مسلمان ہوں، مگر خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

●

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت کسی سے قصور سرزد ہو اُسی وقت پکڑ کر اسے سزا دے ڈالے۔ یہ اس کی شان رحیمی کا تقاضا ہے کہ مجرموں کے پکڑنے میں وہ جلد بازی سے کام نہیں لیتا اور مدتوں ان کو سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے۔ مگر سخت نادان ہیں وہ لوگ جو اس ڈھیل کو غلط معنی میں لیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خواہ کچھ ہی کرتے رہیں ان سے کبھی باز پُرس ہوگی ہی نہیں۔ [تدوین : س م خ]

حقیقتِ اسلام